

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور انسانیت

شرف انسانیت | کائنات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، جمادات، نباتات اور حیوانات۔ پہلی دو قسمیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ تیسری قسم یعنی حیوانات میں نشو و ارتقاء کے ساتھ حرکت اور ارادہ بھی پایا جاتا ہے۔ اس قسم میں مخلوق کی وہ نوع بھی شامل ہے جس میں تمام حیوانی اوصاف کے ساتھ عقل و شعور اور قوت ناطقہ کا جوہر بھی موجود ہے کائنات کی یہی انوکھی مخلوق ہے جو علم الاجتماع میں خصوصی موضوع کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ حضرت انسان ہے جو شاہکارِ فطرت ہے۔

موجوداتِ عالم میں انسان کو کیا مرتبہ و مقام حاصل ہے؟ اس کا جواب دو طرز پر دیا گیا ہے۔ جو لوگ مذہب کو کسی فکر و فلسفہ کی اسس قرار نہیں دیتے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسانی حرکات و سکنات میں چونکہ حیوانات کا پہلو نمایاں ہے اس لئے حیوانات کی ارتقائی صورت کا نام ہی انسانیت ہے۔ بالفاظِ دیگر انسان ایک سلجھے ہوئے حیوانات سے رائد اور کچھ بھی نہیں۔ اس نظریہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان واقعی شاہکارِ فطرت ہے بخلاف ازیں اہل مذہب نے اس بات کو بنیادی اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے کہ انسان نامِ حالت میں ایک ادنیٰ مخلوق ہے۔ اسے بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت و کوشش کی ضرورت ہے۔ مسیحیت نے انسان کو پیدائشی گناہ گار قرار دیا۔ یہو مت نے دنیوی زندگی کو آلائش کا نام دیا۔ مہاتما بھگت کے نزدیک دنیا سے کنارہ کش اور بے وطنی ہی انسانیت ہے۔ انسان اپنے گناہوں اور آلائشوں سے اس صورت میں نہایت حاصل

کر سکتا ہے۔ جب کہ وہ اپنے آپ کو سخت تکلیفوں میں مبتلا کرے۔ غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مذہبی نقطہ نظر سے بھی انسان کا مرتبہ و مقام متعین نہیں ہو سکا اگر ایک طرف روحانی پیشوا کی پر شکوہ شخصیت کو دیکھ کر عظمت انسانی کا احساس ہوتا ہے تو دوسری طرف جھکتے ہوئے انسانوں کی ذلت آشکار ہوتی ہے جس طرح ایک طرف بادشاہ اور صاحبِ اقتدار انسان ہیں تو دوسری طرف پیر بکڑیوں کی طرح بچنے والا غلام اور بنامیاں تبدیل کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

اسلام اور انسان ایسی غیر فطری طرز فکر کو اسلام نے مٹایا اور اس نے انسانی عظمت کا مغرور اس وقت لگایا جب اس اساس پر سوچنے کا شعور بھی مفقود تھا۔ یہ شرف صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے انسانی عظمت کا نظریہ پیش کیا، اور عقلی و منطقی دلائل سے اس کو ثابت کیا۔

فران میں فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۖ
حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُؤَدِ الْبَحْرِ
وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ
فَضَلَّاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ
خَلَقْنَا تَفْصِيلًا (یعنی اسوایل ۷۵)
(بنی اسرائیل ۷۵)

ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا

تقریباً (۲۷) ہے (التین ۲)
انسانی عظمت کی سب سے بڑی دیں یہ ہے کہ وہ اس کائنات میں خلیفۃ اللہ
یعنی اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس حیثیت کو فرشتوں کے سامنے
پیش کیا تھا۔ جب فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا اَلَمْ اَعْصِمْ لَكُمْ سَلْمًا
(جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے) کائنات کی کوئی اور مخلوق اس فیضیت میں
انسان کی شریک نہیں۔ قرآن کریم نے اسے امانت قرار دیا ہے اور انسان کو اس
کامیابی۔ ساری مخلوق نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔

آسمان بار امانت نتواست کشید
قرعہ نال نام من دلوانہ زدند

قرآن کریم میں فرمایا۔

اَنَا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا
ہم نے یہ امانت آسمان زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی مگر انہوں نے اس کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

اکثر مفسرین نے اس آئیہ کریمہ میں امانت سے پناہت خداوندی اور خلافت الہی مراد لی ہے۔ کیونکہ اس سے انسانی عظمت کا اثبات ہوتا ہے گویا انسانی عظمت کا راز اس میں مضمر ہے کہ انسان ایک اجتماعی نظام تشکیل دے جس میں احکام خداوندی کو نافذ کیا جائے۔ اس کا صحیح مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ بن کر رہے اور لوگوں کو خدا کی بندگی کی طرف دعوت دے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود خدا بن بیٹھے اور خلق خدا کو محکوم بنائے۔

اسلام انسانی شرف کے لحاظ سے سب کو مساوی قرار دیتا ہے۔ کسی شخص کو اہلدار فیصلت کا ایسا کوئی حق نہیں جس سے فساد پیا ہو اور جو باطل امتیازات پر مبنی ہو۔ اسلام نے فخر و مساوات اور عصبیت جاہلیہ کو ملعون قرار دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماکم و محکوم، آزاد غلام اور اشرف کا ادنیٰ کا امتیاز جاتا رہا۔ مضموعی حد بندیوں ٹوٹ گئیں اور انسان ایک مرتبہ پھر انسانی شرافت اور عظمت آدمیت کا حامل بن گیا۔

انسانی عظمت و شرف ہی کی وجہ سے
نبوت کا کارنامہ | اللہ تعالیٰ نے رسل و انبیاء کو انسانوں کی اصلاح

تفکیک کا فریضہ عطا کیا اور ان حضرات نے انسان کو اپنی دعوت و ارشاد کا موضوع بنایا۔ انبیاء عظیم السلام کی بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے یہ راز ناشر کیا کہ اس دنیا کی قسمت اور اساس کی آبادی و ویرانی کا فیصلہ انسان پر موقوف ہے۔ اگر حقیقی انسان

موجود ہے تو یہ دنیا اپنی سبب ویرانیوں اور بے سروسامانیوں کے ساتھ آباد و مہجور ہے اور اگر حقیقی انسان موجود نہیں تو یہ اپنی ساری دولتوں اور اپنے ساز و سامان کے ساتھ ایک ویرانے سے بہتر نہیں۔ اس دنیا کی بد قسمتی ذوالج و وسائل کی کمی اور فقدان سے نہیں بلکہ اچھے انسانوں کے نہ ہونے سے ہے۔ پھر انسان اپنی عظمت اپنی وسعت اور اپنی مرکزیت کے اعتبار سے کہیں زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو سچی و محنت اور توجہ کا موضوع بنایا جائے۔ یہ کائنات بڑی پر اسرار، بڑی پر از عجائبات بڑی حسین و جمیل اور بڑی طویل و عریض ہے۔ لیکن انسان کی فطرت کے اسرار و عجائبات، اس کے تخیل کی بلند پروازیوں، اس کی روح کی بے تادیوں اور گرم توشیوں اور اس کی غیر محدود صلاحیتوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کے عزم و ارادہ کے آگے ہر طاقت سرنگوں ہے۔ اس کی حسن سیرت کے سامنے دنیا کا ہر حسن ماند ہے۔

اسی بناء پر ہر نبوت نے اپنے مہدی میں ایسے افراد تیار کئے جنہوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی۔ نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں و تاباں ہیں سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے۔ مردم سازی اور آدم گرمی کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے جس سطح سے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا اس سطح سے کسی پیغمبر اور کسی مصلح اور کسی مربی کو شروع کرنے میں ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ اور جس سطح پر آپ نے اس نام کو پہنچایا اس سطح تک کبھی تعمیر انسانیت کا پیمانہ نہیں پہنچایا تھا۔ جس طرح آپ نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کو آخری بلندی تک پہنچایا۔ آپ کے تیار کئے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے۔ اور لوگ انسانی کے شرف و افتخار کا باعث، انسانیت کے سر فہرست بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین و جمیل، اس سے زیادہ دلکش و دل آویز تصویر نہیں ملتی۔ جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی نفسی و فطرتی پاکیزگی، ان کی شغف و رافت

اور ان کی شجاعت و جلالت ان کا ذوقِ عبادت اور ان کا شوقِ شہادت ان کی شہدائی ان کی شہادت
زندہ داری، ان کی سیم و زر سے بے پرواہی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل اور
ان کا حسن انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ حضور کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے
انسانی افروختہ کر کے ان میں ایک ایک فرد ایسا بنایا جو اگر تاریخِ شہادت پیش نہ کرتی اور
دنیا اس کی تصدیق نہ کرتی تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی انسانہ معلوم ہوتا۔ لیکن وہ
تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ وہ ایک ایسا انسانی وجود تھا جس میں نبوت کے اعجاز
نے منشاء و اوصاف و کمالات پیدا کر دیئے تھے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:-

خاکِ دلوری نہاد بندهٔ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیا
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
زم زم گفتگو، گرم دم جستجو !
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

اس کے زمانے عجیب، اس کے فناء نے عجیب
عہدِ کس کو دیا اس نے پیامِ رحیل
ساقیِ اربابِ ذوق، فاسِ میدانِ شوق
بادہ ہے اس کا رچن، تیغ ہے اس کی اسیل

سیرت سازی کے درختانِ نمونے

دنیا میں بے شمار اصلاحی اور انقلابی تحریکیں اٹھیں، مگر ان میں سے ہر ایک نے
انسان کو چون کاڑوں رکھ کر غلامیِ نظام کو بدلنے کی کوشش اور تدبیر کی ہیں۔ لیکن ہر وہ
تبدیلی جو حقیقی مسائلِ حیات کو حل کرنے کے لئے سے بالکل رائے چکاں رہی جو انسان کو اند
سے نہیں بدل سکی۔ حضور کی زندگی کا یہ پہلو ہر اسی اہم ہے کہ انسان کا باطن یکسر بدل گیا

انسانی روپ میں جو خواہش پرست حیران پایہٴ حضورؐ کی سیرت سازی کی تاہم
سے وہ بالکل مٹ گیا۔ اور اس کی راگھ سے ایک نیا انسان ابھر آیا۔ اس نے
انسان کے کردار کی درخشانی دیکھنے تو آنکھوں میں چکا چونہ آجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ جیسا کہ
کا لاکھالی فوجان بدلتو کھماکی پہنچا۔ حضرت ابوذرؓ غفاری کو ایسے کہ انقلابی جذبے سے
سرشار ہو کر جاہلیت کو چیلنج کیا اور خوب مار کھائی۔ کعب بن مالک کا کردار دیکھتے بسینہ اور
شمیہ جیسی کمیزوں کی انقلابی شجاعت، و غریمیت پر نگاہ ڈالیے۔ سہاشی کے دربار میں حضرت
جعفر طیار کی جرأت سے سبق لیجیے۔ ایرانی سپہ سالار کے دربار میں ربیع بن عاصؓ کی شان
استغنا را لحظ فرمائیے، تاروں کے اس چھڑکیں کون ہے جس کا ایمان مع انگوٹھ
نہیں ہے۔

ان ہستیوں سے وہ معاشرہ بنا اور ایسے قارئین اور اراکین کے ہاتھوں وہ نظام
چلا جن نے اگر بندشِ شراب کی منادی کی تو ہونٹوں سے گلے پیا۔ فوراً انک ہو گئے۔
اور بہترین شراب کے شکرے مدینہ میں لٹھھا دیئے گئے۔ جس نے اگر عورتوں کو سرور سیز ڈھلانے
کا حکم دیا تو حکم ملتے ہی کسی تاخیر کے بغیر اس کی تعمیل ہو گئی جس نے اگر جہاد کے لئے پکارا
تو نو عمر بچے تک ایڑیوں پر کھڑے ہو کر یہ گوشش کرتے دکھائی دیئے کہ ان کو داپس نہ کیا جائے
جس نے اگر چنہ طلب کیا تو جہاں حضرت عثمانؓ جیسے دولت مند تاجروں نے سامان سے
لے بھرتے اونٹوں کی قطاریں لاکھ کھڑکی کر دیں اور حضرت ابو بکرؓ جیسے فداویوں نے گھر کی
سادری متاع حضورؐ کے قدموں میں ڈال دی۔

وہاں ایسے مزدور بھی تھے جنہوں نے دن بھر کی مزدوری سے حاصل شدہ کھجوریں
جنگی فنڈ میں دے کر دامن جما دیا جس نے اگر معاشرین کی سماجی یکپارگی کے انصار کو پکارا تو
انہوں نے اپنے مکان اور کھیت اور باغ آدھوں آدھ بانٹ دیئے اور اغوت کا ایک
بے مثل سماں پیدا کر دیا۔ جس نے اگر مالی غنیمت کو سپہ سالار کے پاس جمع کرانے کا حکم دیا تو
اس شان سے تعمیل کی گئی کہ فوج ایک ایک سو فی ایک اپنے افسر کو پیش کر دیتی تھی یہ واقعہ
ہمیشہ تاریخ میں درخشاں رہے گا کہ مدائن کے اموال کا ایک قیمتی حصہ مہر نامی سپاہی کے ہاتھ
آتا ہے۔ اور بغیر اس کے کہ کسی کو بھی اس خزانہ زبرد و جاہر کا علم ہو وہ ولایت کی تاریکی میں چپکے
سے اپنے مزارع پھیل دیتا ہے۔ یہ سب کچھ ان میں جہاں سے یہ سب کا ایا ماحول تیار کیا کہ جس

میں شاذ و نادر ہی جرائم ہوتے تھے۔ حضور کے دہائیہ سالہ دور میں گنتی کے چند مقدمات عدالت میں آئے۔ یہ نیکی کا ایسا ماحول تھا جس میں کوئی سی آبی ڈی نہ تھی۔ بلکہ لوگوں کے ضمیر ان کے پاس بہانہ و نگران ہی گئے۔

یہ تھا وہ انقلاب جس نے ہمارے نظام کے ساتھ ساتھ اندر سے انسانی قلب و ذہن کو بدلا۔ اور نیا کردار پیدا کیا۔ اسی لئے وہ حقیقی اور بنیادی مسائل حیات کو حل کرنے میں کامیاب ہوا۔ انہیں اینٹوں سے اسلامی معاشرے کی عمارت استوار ہوئی۔ ان افراد ہی کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح، امانت دار، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والا تھا۔ اس معاشرے کے اثر و نفوذ اور اس حکومت کے اقتدار کے تحت عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان اور عمل صالح، صدق و اخلاص، جہاد و اجتہاد، لیس دین میں عدل و اعتدال نظر آنے لگا۔ آپ کے تیار کردہ افراد آزمائش کی ان بھٹیوں سے کھربے اور خالص سونے کی طرح نکلے جس میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہ تھی۔ انہوں نے ہر نازک موقع پر قوت ایمانی، قوت ارادی، پاکبازی، احساس ذمہ داری اور امانت و دیانت کے وہ بلند نمونے پیش کئے جس کی مورخین و ماہرین نفسیات توقع بھی نہیں کر سکتے۔

اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ خلیفہ
خلفائے راشدین کا زہد اور ان کی سادگی | المسلمین حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ قریمہ

کو ایک دفعہ کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ہوئی اور انہوں نے روزانہ کے خرچ سے کچھ پس انداز کر لیا۔ حضرت صدیق اکبر کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے وہ رقم بیت المال کو واپس کر دی اور اپنے روزانہ کے وظیفے سے بقدر اس رقم کے کم کرا دیا۔ انہوں نے کہا کہ تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اتنی رقم زائد تھی۔ اس سے کم میں ابو بکرؓ کے گھرانے کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کا بیت المال اس لئے نہیں کہ اس سے حاکم کا خاندان عیش کی زندگی بسر کرے اور کھانے پینے میں توسیع سے کام لے۔

آپ نے بہت سے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روئندوستی ہوگی۔ اور ان کے شاہانہ ٹرک و اختتام اور کثرت کا تماشا دیکھا ہوگا۔ ساتویں صدی عیسوی کے سب سے بڑے طاقت ور فرماں روا کے ایک سرکاری دورے کی تفصیل ابن کثیرؒ کی زبانی پیش ہے۔ یہ ایسے حاکم کا دورہ تھا۔ جس کا ہم سن کر لوگوں

کے دل لرز جاتے تھے۔ اور وہ تھرا اٹھتے تھے۔ میری مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب بیت المقدس جاتے ہوئے ایک خاکسری

بگ کی اونٹنی پر سوار تھے۔ دھوپ میں آپ کے سر پر کوئی عمامہ اور ٹوپی نہ تھا۔ کجاوہ کے دونوں طرف آپ پاؤں ٹکائے ہوئے تھے۔

اس میں رکاب بھی نہ تھی۔ اونٹ پر موٹا ادنیٰ کپڑا تھا۔ جسے آپ اتر کر پھالتے تھے۔ آپ کی گھٹری جو چڑھے یا دن کی تھی جس میں پتے بھرے ہوئے تھے۔ سواری کی حالت میں اس پر ٹیک لگاتے اور اترنے کے بعد اس کا تکیہ بناتے تھے۔ آپ کی قمیض ایک پرانے موٹے کپڑے کی تھی۔ جو بفل کے نیچے سے بھٹی ہوئی تھی۔

آپ نے وہاں کے سوار کو بلایا۔ چنانچہ لوگ جلوس کو بلانے گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا کتہ دھودو اور اس کے پھٹے ہونے جیسے میں پیوند لگا دو۔ اور میرے لئے عاریتاً کوئی کپڑا فراہم کرو۔ چنانچہ ایک ریشمی کتہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ریشم ہے۔ فرمایا! ریشم کیا ہو تا ہے لوگوں کے بتانے پر آپ نے کرتہ اتار کر غسل فرمایا۔ آپ کا پیوند لگا کرتہ حاضر کیا گیا۔ تو آپ نے ان کا ریشمی کرتہ اتار کر اپنا وہی کرتہ پہن لیا۔

سردار نے ان سے کہا کہ آپ شاہِ عرب ہیں اور یہاں کے لوگوں میں اونٹ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس لئے آپ اگر کوئی اچھا کپڑا پہن لیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اس سے اہلِ روم متاثر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت دی تو اب اللہ کے بدلے ہم کسی چیز کو ہمیں اپنائیں گے۔ ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ نے اپنی چادر ڈال دی۔ اس پر نہ لگام استعمال کی اور نہ رکاب۔

روکو۔ میں نے اس سے پہلے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ کا اونٹ لایا گیا اور آپ اس پر سوار ہوئے:

(البدایہ والنہایہ) ج ۷ ص ۵۹

اسی طرح مورخ نے طبری نے آپ کے ایک سفر کا حال لکھا ہے۔

”ایک بار حضرت عمر حضرت علی کو مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر سفر پر نکلے آپ کے ساتھ کچھ صحابی بھی تھے۔ آپ براء حر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ اسی اثناء میں آپ اپنے غلام کی سواری پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی سواری غلام کو دے دی۔ جب لوگوں کا پہلا گروہ آپ سے ملتا تو دریافت کیا کہ امیر المومنین کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سامنے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے جب ابلہ کے مقام پر پہنچے تو لوگوں نے آپ کو پہچانا (طبری ج ۴ ص ۲۰۳)

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سیرت کے مختلف پہلو اور ان کے محاسن اخلاق کتابوں میں متفرق و منتشر موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے آپ اپنے ذہن میں ایک فرد کی مکمل زندگی اور پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا پورا اخلاقی سراپا ہمارے لٹریچر میں موجود ہے۔ اس کو دیکھئے اور پڑھیے کہ نبوت نے اپنی تعلیم و تربیت اور اپنی مردم سازی اور کیا گوی کے کیسے یادگار نمونے چھوڑے ہیں۔ حضرت علی کی خدمت میں شب و روز رہنے والے ایک رفیق مزاربن ضرہ اس طرح ان کی تصویر کھینچتے ہیں۔

”بڑے بلند نظر بڑے اعلیٰ ہمت۔ چچی تلی لنگو فراتے۔ زبان و دہن سے علم کا سرچشمہ ابلتا۔ دنیا اور اس کی بہاروں سے وحشت تھی۔ رات کی تاریکی میں خوش رہتے۔ آنکھیں پر آب۔ ہر وقت فکر و غم میں ڈوبے ہوئے۔ کپڑا وہ مرغوب جو موٹا جھوٹا ہو۔ غذا وہ مرغوب جو غریبانہ اور سادہ ہو۔ کوئی اقبازی نشان پسند نہیں کرتے تھے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک شب انکو ایسی حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل

چلے تھے۔ آپ اپنی مسجد کے محراب میں کھڑے تھے۔ دائرہ میٹھی میں تھی۔ اس طرح تڑپ رہے تھے۔ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ روتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔

اے دنیا کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے۔ مجھے پہکانے لگی ہے۔
 مایوس ہو جا کسی اور کو فریب دے۔ میں نے تو تجھے ایسی تین طاقتیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں۔ تیری عمر کوتاہ۔ تیرا عشق بے حقیقت۔ بائے زاد راہ کس قدر کم ہے۔ سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔ (صفہ الصفوة ابن الجوزی ج ۱)

پہلا اسلامی معاشرہ | رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے نتیجے میں قائم ہونے والا یہ معاشرہ جسے آپ

نے کندن بنادیا تھا۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں بہترین انسانی معاشرہ ثابت ہوا جو تمام انسانی محاسن کا جامع تھا۔ اس معاشرے کا تعارف اس کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مسعود نے بڑے بلیغ ہماگیر اور معنی خیز الفاظ میں اس طرح کر لیا ہے۔
 ”وہ لوگ تمام لوگوں میں پاکیزہ ترین دل۔ عین ترین علم اور کم سے کم تکلف والے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت بابرکت اور دین کی سر بلندی و نصرت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔“ (مسند راوی)

حضور کی سیرت سازی کا اثر بعد کی نسلوں پر | یہ کارنامہ

زمانہ بعثت پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ کی تعلیمات نے اور آپ کے صحابہ کرام نے زندگی کے جو نمونے چھوڑے تھے۔ وہ مسلمانوں کی بعد کی نسلوں اور وسیع عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں ہر شعبہ زندگی اور صنف کمال میں غلیم انسان پیدا کرتے رہے۔ اس لازم و ملزوم نبوت کے فضلاء اور تربیت یافتہ اپنے اپنے زمانہ کی زیب و زینت اور انسانیت کے شرف و عزت کا باعث ہیں کسی بڑے سے بڑے محسن اور مورخ کی یہ طاقت نہیں کہ ان لاکھوں اہل یقین اور اہل معرفت

کے ناموں کی فہرست ہی پیش کر سکے جو اس تعلیم کے اثر سے مختلف زمانوں اور مختلف مقامات پر پیدا ہوتے رہے۔ یہ ان کے مکالمات اخلاق، ان کی بلند انسانیت اور ان کے روحانی کمالات کا احاطہ تو کسی طرح ممکن نہیں۔

ان کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا۔ ان کے عشق نے لاکھوں انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے منور کر دیا۔ ان کے فیض صحبت نے لاکھوں جوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنا دیا۔ بادشاہوں کی صف میں بھی چوکشور شاہی اور ملک گیری کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ آپ کی تعلیم نے ایسے درویش صفت اور زاہد سیرت بادشاہ پیدا کئے جو زہد و ایشاد کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تارک الدنیا درویشوں اور گوشہ نشین فقیروں کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔ بقول اقبال

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب

سلطنتِ اہل دین فقر ہے شاہی نہیں

مدرسہ نبوت کے ان فیض یافتہ سلاطین میں آپ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال پرزہیں۔ نسل و نسب کے اعتبار سے جس کی رگیں عربی خون سے خالی تھیں۔ اور جو چھٹی صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔ سلطان کے بارے میں ان کا معتمد خاص ابن شداد شہادت دیتا ہے۔

”زکوٰۃ فرض ہونے کی نوبت ساری عمر نہیں آئی۔ اس لئے کہ انہوں نے کبھی اتنا پس انداز ہی نہیں کیا۔ جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ ان کی ساری دولت صدقات و خیرات میں خرچ ہوئی۔ وفات کے وقت صرف ۷۰۰ درہم اور ایک سونے کا سکہ چھوڑا۔ باقی کوئی جائیداد و ملکیت کوئی مکان زمین اور باغ نہیں چھوڑا۔ ان کی تجسیم و تکینین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا۔ سارا سامان قرض لیا گیا۔ یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے ٹوٹے بھی قرض لئے گئے۔ کمین کا انتظام ان کے قاضی وزیر فاضل نے کیا کسی حلال ذریعہ سے کیا۔“ (الذہار والاسلامیہ ص ۱۲)

انسانی بلندی، شرافت، فضیلت اور عالی حوصلگی کے اعتبار سے بھی سلطان تاریخ کے عظیم ترین انسانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر عیسائی ناخین کے برخلاف سلطان نے جس شفقت و رحمت کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے ان کا مغربی سوانح نگار اسٹیلی لین پول لکھتا ہے۔

”اگر دنیا کو صلاح الدین کی عالی حوصلگی و شرافت کے اس معاملہ کے سوا اور کچھ نہ معلوم جو جو اس نے بیت المقدس کی فتح اور اسلام کے لئے اور اس کی بازیابی کے وقت اپنے مسیحی دشمنوں کے ساتھ کیا تھا تب بھی بات ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے کہ اس کے زمانے میں عالی ہمتی، غفلت و شجاعت اور مردانگی میں کوئی آدمی اس سے بڑھا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ اس معاملہ میں وہ ہر زمانے کے لوگوں میں عظیم تر تھا۔“ (سلطان صلاح الدین ص ۲۰۵)

یہ ٹھیک ہے کہ سامعے سلاطین و فرمانروا جو اسلامی عہد میں گزرے وہ نور الدین صلاح الدین، ناصر الدین محمود، اور اورنگ زیب عالم گیر جیسے نہ تھے۔ لیکن آپ کو جن سلاطین میں بلند اخلاقی، خدا ترسی، فقر و زہد، اثبات و قربانی اور شفقت و رحمت کی یہ شان نظر آتی ہے۔ وہ صرف نبوت کے فیض اور دینی جذبہ کا نتیجہ ہیں۔ آپ اگر ان کی زندگی اور سیر و سوانح کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو سراغ لگانے میں دقت نہ ہوگی۔ کہ ان سب کا تعلق اسی ایک سرچشمہ ہدایت سے تھا جس نے ہر دور میں عظیم انسان پیدا کئے۔ خواہ ان کا زمانہ کتنا ہی دور ہو۔ دراصل یہ سب اسی درس گاہ نبوت کے فیض یافتہ ہیں جس نے تعمیر انسانیت کا کام سب سے وسیع پیمانے پر اور سب سے اعلیٰ سطح پر انجام دیا، اور جس کا فیض اب بھی انسانیت کے چراغ کو روشن کئے ہوئے ہے۔ اور جہاں کہیں روشنی ہے اسی ایک چراغ کا پر تو ہے۔

ایک چراغیت دین خانہ کہ از پر تو آن
ہر کبھی نگریم اسچنے ساختہ اند

اس مدرسہ کی تربیت کی تاثیر اور اس کے بانی کا فیض کبھی طاری کی شجاعت محمد بن قاسم کی بسالت اور موسیٰ بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا کبھی امام ابوحنیفہ

اور امام شافعی کی فتاویٰ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کبھی امام مالک و احمد بن حنبل کی صلابت و استقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا۔ کبھی نور الدین زنگی کے لطف و کرم میں جلوہ گر ہوا۔ کبھی صلاح الدین کے عزم و حکم اور سی پیم سے ہویدا ہوا۔ کبھی امام غزالی

کا جوہر کمال بن کر سامنے آیا۔ اور کبھی شیخ عبد القادر جیلانی کا تقدس و روحانیت بن کر دلوں کا دوا بننا۔ کبھی ابن جوزی کی تاثیر بننا۔ اور کبھی اورنگ زیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیئت میں نمایاں ہوا۔ کبھی مجدد الف ثانی کے آثار قلم میں۔ کبھی شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت بن کر ابھر اور کبھی شاہ ولی اللہ کی حکمت بن کر اور کبھی ان کے بعد آنے والے داعی و مصلحین کی خدمات بن کر نمایاں ہوا۔

ان تمام عبقریوں اور ان کی علمی و علمی خدمات کا سلسلہ اسی مدرسہ اور اس کی تربیت اور اس خوش آئند ہند پر فتمی ہوتا ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے شروع ہوا۔ جن میں انسانیت کے افضل ترین امکانات کو ابھرتے اور سرگرم عمل ہونے کا موقع ملا۔ اور جس میں ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے والے افراد پلنے لگے۔ یہ مدرسہ زمانے کی چیرہ دستی اور لوگوں کی نا آشنائی کے باوجود تاریخ میں بے مثال افراد پیدا کرتا رہا۔ اور اپنے مفید اثرات و ثمرات سے انسانیت کی جھولی بھرتا رہا ہے۔

اس بات پر جس قدر افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ کہ ہماری جدید تہذیب اور موجودہ نگرانی قیادت معاشرہ انسانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے افراد تیار کرنے اور انسان کی سیرت سازی میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتی ہے۔ وہ انسان کو چاند اور ستاروں پر پہنچا سکتی ہے۔ وہ ذراتی طاقت سے بڑے بڑے کام لے سکتی ہے۔ وہ علم و ہنر کو آخری نقطہ و عروج پر پہنچا سکتی ہے۔ ان کی کامیابیوں اور کامیابیوں سے کسی انکار کی کوئی گنجائش نہیں لیکن وہ صالح اور صاحب یقین افراد پیدا کرنے سے بالکل عاجز ہے۔ اور یہی وجہ اس کی سب سے بڑی ناکامی اور بد نصیبی ہے۔ اور اسی وجہ سے صدیوں کی محنت ضائع و برباد ہو رہی ہیں اور ساری دنیا یا کسی اور انتشار کا شکار ہے۔

نئی نگرانی قیادت نے جو افراد دنیا کو عطا کئے ہیں وہ ایمان و یقین سے خالی۔

غیر انسانی سے محروم۔ اخلاق عالیہ سے تہی دامن۔ انسانیت کے شرم و احترام سے غافل ہیں۔ وہ یا تو لذت و عزت کے فلسفہ سے واقف ہیں یا صرف قوم پرستی اور وطن دوستی کے مفہوم سے آشنا ہیں۔ اس نوعیت و صلاحیت کے افراد خواہ جمہوری نظام کے سربراہ ہوں یا اشتراکی نظام کے ذمہ دار کبھی کوئی صالح مشورہ۔ پُر امن ماحول اور خدا ترس و پاکیزہ سوسائٹی قائم نہیں کر سکتے۔ اور ان پر خدا کی مخلوق اور انسانی کنبہ کی قیمت کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا جاسکا۔

اس دنیا میں صالح ترین افراد اور صالح ترین معاشرہ صرف نبوت نے تیار کیا ہے اور اس کے پاس دل کو بدلنے اور گمانے، نفس کو جھکانے اور جمانے، نیکی و پاکبازی کی محبت اور گناہ و بدی سے نفرت پیدا کرنے، مال و زر، ملک و سلطنت، عزت و جہاد اور سیادت و قیادت کی سحرانگیز ترقیبات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے۔ وہی افراد جو ان صلاحیتوں کے مالک ہوں دنیا کو ہلاکت سے اور تہذیب جدید کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

نبوت نے دنیا کو سانس نہیں دی۔ ایجادیں نہیں عطا کیں۔ اس کو نہ اس کا دعویٰ ہے۔ نہ ایسا کرنے پر شرمندگی اور مہندت۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو افراد عطا کئے۔ خود واضح راستے پر چل سکتے ہیں اور دنیا کو چلا سکتے ہیں جو اپنی زندگی کے مقصد سے واقف اور اپنے پیدا کرنے والے سے آشنا ہیں۔ نبوت نے دنیا کو ایمانداروں کے عوض الہ بکر اور عمر دینے میں عثمان و علی دیئے ہیں۔ طارق و خالد اور محمد بن قاسم امام بخاری و مسلم مازنی و غزالی اور ابن تیمیہ عطا کئے ہیں۔ انہی کا وجود انسانیت کا اصل سرمایہ اور انہی کی تربیت نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔ اس لئے دنیا و آخرت کی فلاح و مہبود کے لئے اسی سرچشمہ فیض کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

بمعطفی رساں خولش ما کہ دیں ہمہ است

اگر باد نسیدی کمال بو بہی است

حرفِ اعتماد :- بعض ذبحہ کی بنا پر جون اور جولائی کا شمارہ مشترکہ نمبر پر حاضر خدمت ہے۔ آئندہ اللہ تعالیٰ رحمان اُحدیث ہمراہ تارین کی خدمت میں حاضر ہوتا رہیگا۔ (ادارہ)